۸۶

مرثیہ

در حال حضرت سید الشہدا علیہ السلام

(مطلع)

یارب سخنوری کا مرے سر کو تاج دے

(بند ۱۰۷)

یارب سخنوری کا مرے سر کو تاج دے سکّہ کو ضرب تیغ زباں کے رواج دے
فردوسی و نظامی و بو نصر باج دے وہ زمزمے عطا ہوں کہ بلبل خراج دے
لب دُرفشاں ہو کانِ جواہر دہن بنے
مُنھ سے جھڑیں وہ پھول کہ مجلس چمن بنے

یارب نہ آفتاب سخن کو زوال ہو ذرّہ نہ جس میں نقص رہے وہ کمال ہو
ایک ایک لفظ حسن میں یوسف جمال ہو نغموں کا رنگ ڈھنگ عدیم المثال ہو
وہ چہچے کروں چمن روزگار میں!
بُلبُل کہے کہ ہے یہی یکتا ہزار میں!

خالی نہ ہو متاع سخن سے دکاں مری ہر نشل جس عزیز ہو جنس گراں مری
دریا سے بھی بڑھی رہے طبع رواں مری سر ڈوب جو ہنر سے ہو تیغ زباں مری
تنویر آفتاب سخن چار سو رہے
گوہر وہ دے کہ سب میں مری آبرو رہے

شیرینیِ سخن سے فصیحوں کے لب ہوں بند　　مضموں کی تازگی سے حلاوت ہو بہرہ مند
معنی سے ہو بات بات پہ شہد و نبات و قند　　لذت شکر کی پھر نہ سخنور کریں پسند
کوثر کے جام آئیں نظر دستِ حور پر
عالم ہو جوئے شیر کا مِن الطّور پر

اس آب و تاب سے ہو ثنائے امام دیں　　کھل جائیں سن کے غنچۂ دلہائے مومنیں
قدسی درود پڑھ کے پکاریں کہ آفریں　　خود خسروِ سخن ہو فصاحت سے خوشہ چیں
دریائے مدح سے جو زباں کا سیراب ہو
فرمانروائے ملکِ فصاحت خطاب ہو

گو بے پری سے صورتِ عنقا ہوں بے نشاں　　تو نام دے تو زیرِ نگیں ہوئے سب جہاں
تو نے زباں کو نطق دیا نطق کو زباں　　ممتاز کر کہ ہوں فصحا میرے مدح خواں
ناداں ہے فکر کچھ جسے انجام کی نہیں
قاصر ہو مدح میں تو زباں کام کی نہیں

قربان مدح گوئی سلطانِ بحر و بر　　ملتا ہے ایک بیت کے بدلے جناں میں گھر
دل تھرتھرا رہا ہے کہ رستا ہے پُر خطر　　دامانِ اہلبیت خطاپوش ہے مگر
سیریں کریں گے گلشنِ عنبر سرشت کی
یہ مرثیہ نہیں ہے سند ہے بہشت کی

ساقی پلا دہ بادۂ خمخانۂ کرم　　دل جس کی آب و تاب سے ہو رشکِ جامِ جم
افزوں ہو نشہ جوشِ طبیعت ہو دمبدم　　جلوے دکھائے باغِ جناں گلشنِ ارم
حبِ علیؑ کا جوش ہو کوثر کی چاہ ہو
بہکوں نہ گر صراط سے باریک راہ ہو

جب چرخ اخضری پہ ہوا اہتمام صبح — پہونچا جہاں میں چار طرف فیض عام صبح
خوشبو تھا بوئے باغ ارم سے مشام صبح — لبریز تھا صبوح صباحت سے جام صبح
زہاد دانہ پاش تھے عقبیٰ کی کشت میں
دنیا میں تھا بہشت تو دنیا بہشت میں

سبزہ تھا یا کہ فرش زمرد نگار تھا — شاخیں جھکی ہوئی تھیں یہ پھولوں کا بار تھا
نرگس کو جام وحدت حق کا خمار تھا — دل خود بخود بہار کا باغ و بہار تھا
کس شوق سے گلوں کے دہن چوم چوم کے
سبزے کو روندتی تھی صبا جھوم جھوم کے

کثرت گلوں کی تھی کہ تاروں کی انجمن — آپس میں ہمکنار تھے نسرین و نسترن
سنبل نے کھول دی تھی اُدھر زلف پرشکن — دکھلا رہے تھے کبک ادھر ناز کا چلن
طاعت میں ساکنان سرائے سپنج تھے
یاد خدا میں مرغ چمن نغمہ سنج تھے

طائر تھے مست دیکھ کے وہ صنعت کریم — ایک ایک گل نثار رشک گل جنت النعیم
آتی تھی جب مشام سے وہ جانفزا شمیم — جا جا کے گرد پھرتی تھی ہر پھول کے نسیم
لبریز تھے گلوں کے کٹورے گلاب سے
نرگس خراج مانگتی تھی آفتاب سے

صنعت تھی کردگار کی ہر پھول سے نمود — تھا کوئی سرخ زرد کوئی تھا کوئی کبود
مٹی میں تھی وہ بو کہ جلے سوز غم سے عود — جنگل میں یہ مہک تھی کہ رضواں تھے ردد
کوشش وہ ابر کی تھی نہ دریا کا فیض تھا
یہ سب ریاض فاطمہ زہرا کا فیض تھا

تھی شاخِ گل پہ بلبلِ شیدا کی یہ صدا قائم رہے جہاں میں گلِ باغِ مصطفیٰ
تیغِ خزاں سے اُن کو بچائے رہے خدا اب پنجتنؑ میں کون ہے شبیرؑ کے سوا
باغِ جہاں ہو اور محمدؐ کا لال ہو
مانندِ سبزہ اُن کا عدو پائمال ہو

تھی نہرِ علقمہ بھی لطافت میں لاجواب شرمندہ جس کی آب سے تھی موتیوں کی آب
فرطِ صفا سے چشم کو تھی دید کی نہ تاب دل مضطرب تھے دیکھ کے موجوں کا اضطراب
بے آب تھی جو آلِ رسالت مآبؐ کی
تھی آنکھ ڈبڈبائی ہوئی ہر حباب کی

تھا اُس کے گھاٹ پر عملِ فوجِ بدگہر مجمع یہ تھا کہ یاں نظر کا نہ تھا گزر
گھوڑوں کو آب کرتے تھے سیراب اہلِ شر چھڑکاؤ رن میں ہوتا تھا پیتے تھے جانور
افراط واں تھی پانی کی ساماں تھے چین کے
یاں العطش کا شور تھا گھر میں حسینؑ کے

تھا اہتمامِ جنگ میں مشغول ہر بشر نیزہ کوئی سنبھالتا تھا اور کوئی تبر
خود و زرہ پہن رہا تھا کوئی خیرہ سر کستا تھا قتلِ آلِ نبیؐ پر کوئی کمر
کہتا تھا کوئی تیغ کے جوہر دکھاؤں گا
زہراؑ کے نورِ عین کا سر کاٹ لاؤں گا

تیغوں کو تیز کرتے تھے وہ بانیِ جفا اورادِ صبح میں تھے ادھر خاصۂ خدا
قرآن پڑھ رہا تھا کوئی اور کوئی دعا تسبیح تھی کہیں کہیں تکبیر کی صدا
اُلفت تھی لب کو بندگیِ بے نیاز سے
اُٹھے نہ تھے امامِ اُمم جانماز سے

ناگاہ تیر آئے کئی جانب امام — سجدے میں سر جھکا کے اٹھا وہ فلک مقام
داخل ہوئے جو خیمے میں باعز و احتشام — آنکھوں میں اشک بھر کے یہ سب سے کیا کلام
لو بی بیو قریب ہے رحلت حسینؑ کی
اس قافلہ سے آج ہے رخصت حسینؑ کی

خیمے میں حشر ہو گیا سنتے ہی یہ خبر — سیدانیاں تڑپ کے اٹھیں سب برہنہ سر
بانو بھی بے حواس و پریشان و نوحہ گر — زینبؑ گلے لپٹ کے پکاری بچشم تر
بھیا خبر جو کوچ کی اپنے سناتے ہو
خواہر کو کس کے آسرے پہ چھوڑے جاتے ہو

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ امم — لازم ہے تم کو صبر کرو اضطراب کم
ہر دکھ میں شکر چاہیے بندے کو دم بدم — سر پر خدا تو ہے جو نہ ہوں گے جہاں میں ہم
زہراؑ جہاں میں اٹھ نہ گئیں کیا نبیؐ کے ساتھ
دنیا میں کوئی مر نہیں جاتا کسی کے ساتھ

صبر و رضا ہمارے گھرانے کا ہے چلن — فرقت ہماری تم بھی گوارا کرو بہن
باندھی گلوئے حیدرِ کرار میں رسن — کیا کیا نہ والدہ پہ ہوئے صدمۂ محن
گزرے نہ جو کسی پہ وہ ظلم و ستم سہے
پھر بھی خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے

روشن تو ہے دو رنگی عالم کا سب یہ حال — شادی کبھی بشر کے لیے ہے کبھی ملال
دنیا میں ہر کمال کو ہے ایک دن زوال — گردوں پہ چاند بدر کبھی ہے کبھی ہلال
جس آفتاب سے ہے شرف کائنات کو
دن کو فلک پہ خاک کے نیچے ہے رات کو

خنداں جو گل تھے صبح کو بالائے شاخسار   اُفتادہ خاک پر انہیں دیکھا ہزار بار
بے برگ ہے درخت کوئی کوئی میوہ دار   ہنستے ہیں پھول باغ میں گریاں ہے آبشار
گلزار میں بہار کبھی ہے خزاں کبھی!
بلبل کے چہچہے ہیں کبھی اور فغاں کبھی

فرما کے یہ بہن سے مڑے شاہِ دیں پناہ   حسرت سے روئے بانوئے بیکس کی نگاہ
بیہوش تھی کوئی کوئی روکے ہوئے تھی راہ   ماتم کا تھا یہ شور کہ ہلتی تھی بارگاہ
بانو کا سر تھا پائے شہِ مشرقین پر
ہر ایک رو رہا تھا سکینہؑ کے بین پر

دامن قبا کا تھامے ہوئے با دلِ حزیں   روتی تھی زار زار رکھے مُنھ پہ آستیں
آنکھیں تھیں سُرخ زرد تھے رخسار نازنیں   تھی ضد یہی کہ جاؤ نہ خیمے سے تم کہیں
اماں کی گود میں نہ مجھے چین آئے گا
چھاتی پہ کون پیار سے مجھ کو سلائے گا

اُلفت وہ میری کیا ہوئی یا شاہِ دیں پناہ   کس بات پر خفا ہوئے کیا ہے مرا گناہ
لطف و کرم ہے آج نہ وہ پیار کی نگاہ   بیٹی کو چھوڑے جاتے ہو تم بابا جان واہ
صغرا نہیں وہ کہ رہ گئیں محروم ساتھ سے
دامن حضور کا میں نہ چھوڑوں گی ہاتھ سے

آواز رات بھر یہی آئی ہے بار بار   ہے ہے نہ اب بچے گا محمدؐ کا یادگا
بس اتنی شب کا اور ہے مہماں وہ ذی وقار   جاتا حسینؑ صبح کو ہے اور چھری کی دھا
کل دولتِ بتولؑ کے لُٹنے کا روز ہے
کل باپ سے سکینہؑ کے چھٹنے کا روز ہے

بابا برائے خالقِ اکبر نہ جائیے — تیرے لیے کھڑے ہیں سگر نہ جائیے
تاراج ہوگا فاطمہؑ کا گھر نہ جائیے — مرجائے گی یہ بیکس و مضطر نہ جائیے
حضرت جو آج داغ جدائی دکھائیں گے
پھر باباجان کہہ کے کسے ہم بلائیں گے

بیٹی سے رو کے کہنے لگے شاہ بحر و بر — ان بھولی بھولی باتوں پہ صدقے ہو یہ پدر
آنکھیں ہیں سرخ جسم ہے سارا عرق میں تر — رو و نہ اب کہ ہوتا ہے ٹکڑے مرا جگر
منھ سے جو درد و رنج کی باتیں نکلتی ہیں
چھریاں الم کی میرے کلیجے پہ چلتی ہیں

تم کو کبھی نہ چھوڑ کے جاتا یہ دل فگار — مجبور ہے قضا سے ہے احمدؐ کا یادگار
بندہ ہوں جس کا اس نے بلایا ہے میں نثار — اس میں نہ میرا بس نہ تمھارا ہے اختیار
جائے ادب ہے سر سے گزرنے کا وقت ہے
مہلت نہ بات کی نہ ٹھہرنے کا وقت ہے

لو الوداع جاتے ہیں فرصت بہت ہے کم — سر لیجیو تم یہ بعد ہمارے ہوں جو ستم
جا گی ہو شب کی سو رہو ماں پاس کوئی دم — گھبرائیو نہ جلد بلا لیں گے تم کو ہم
ایسے تو ہم نہیں کہ تمھیں بھول جائیں گے
بی بی تمھارے لینے کو ہم آپ آئیں گے

سمجھاتے تھے سکینہ کو شاہ فلک مقام — باہر سے آئے اتنے میں عباسؑ نیکنام
کی عرض اب بڑھی چلی آتی ہے فوج شام — فرمائیں گر حضور تو روکے انھیں غلام
پیاسوں پہ حکم حاکم ہے باران تیر کا
رُخ جانب خیام ہے فوج شریر کا

یہ بات سُنکے بادشہ بحر و بر چلے
پیچھے حرم رسولؐ کے سب ننگے سر چلے
بہنیں پکارتی تھیں کہ بھیا کدھر چلے
رو کر سکینہ کہتی تھی ہے ہے پدر چلے
غل تھا جہاں سے کوچ ہے زہرا کے ماہ کا
لُٹتا ہے آج باغ رسالت پناہ کا

سمجھا کے اہلبیتِ نبیؐ کو شہِ انام
خیمے کے در پہ آئے بصد عز و احتشام
لشکر میں غل ہوا کہ برآمد ہوئے امام
صف باندھ کر کھڑے ہوئے غازی پئے سلام
در تک پہنچ کے قبلۂ کونین رُک گئے
انصار سب حضور کے مجرے کو جھک گئے

دے کر جواب سب کو بصد لطف و احترام
مانگا سوارِ دوشِ محمدؐ نے خوش خرام
حاضر ہوا حضور میں شبدیز تیز گام
دامن کمر میں رکھ کے بڑھے شاہِ خاص و عام
پایا شرف جو فاطمہؑ کے نورِ عین سے
آنکھیں ملیں رکابوں نے پائے حسینؑ سے

بیٹھے جو صدرِ زیں پہ شہِ آسماں جناب
ثابت ہوا کہ تخت ہوا پر ہیں بوترابؑ
یا جلوہ گر ہے اشہبِ گردوں پہ آفتاب
یا خود بُراق پر ہے رسولِؐ قمر رکاب
گلدستہ یا بہشت کا ہے دستِ حور پر
یا نورِ کبریا کی تجلی ہے طور پر

آگے بڑھا جو شاہِ دو عالم کا راہوار
بڑھ بڑھ کے اپنے گھوڑوں پہ غازی ہوئے سوار
تھی گرد فوج بیچ میں سُلطانِ ذی وقار
گویا تھا نورِ ماہ ستاروں میں آشکار
جب کی نگاہ آلِ محمدؐ کی شان پر
قدسی دُرود پڑھنے لگے آسمان پر

اللہ ری شوکت و حشم لشکر الٰہ! — اک اک ہنر بر ملک شجاعت کا بادشاہ
تیغیں وہ آبدار کہ اللہ کی پناہ — چل جائیں برچھیاں جو کریں قہر کی نگاہ
سر بہ نہ رستم اُن سے نہ افراسیاب ہو
نعرہ کریں تو شیر کا زہرا ابھی آب ہو

گھوڑوں پہ قاسمؑ و علی اکبرؑ اِدھر اُدھر — یہ رشکِ آفتاب تو وہ غیرتِ قمر
یوسف جمال ایک بھتیجا تھا اک پسر — مُڑ مُڑ کے دیکھتے تھے اُنھیں شاہ بحر و بر
تھی چرخ تک رخوں کی تجلّی بدن کا نور
گھیرے تھا شش جہت کو حسینؑ و حسنؑ کا نور

زینبؑ کے دونوں لال تھے گو عمر میں صغیر — پر رعب تھا کہ کانپتے تھے سب جوان و پیر
وہ چتونیں کہ ڈر سے تہمتن ہو گوشہ گیر — مژگاں ہلے تو فوج پہ چل جائیں لاکھ تیر
سب خلق اک طرف ہو تو کب مانتے تھے وہ
جانبازیوں کو کھیل سدا جانتے تھے وہ

تھے جاں نثار بادشہِ آسماں وقار — نازک مزاج رشکِ چمن سرو در دوبار
وہبؓ و زہیرؓ قینؓ و حبیبؓ وفا شعار — جنگ آزما دلیر و وفادار و نامدار
اس طرح کے رفیق کسی کو ملے نہ تھے
شبیرؑ کو شبرؑ حق کو نبیؐ کو ملے نہ تھے

اللہ ری رفعت علم فوج حیدری — جس جا ہمائے وہم کرے عجز بے پری
طوبیٰ کو کیونکہ اس سے ہو دعوائے ہمسری — گویا لباس سبز میں ہی جلوہ گر پری
بیعت کرے گا وہ جو ہی طالب ثواب کا
تھا اس علم کے پنجہ میں ہاتھ آفتاب کا

[و]رایت وہ اور وہ شوکتِ عباسِ نوجواں — ظاہر ہے جس سے شیرِ الٰہی کی آن بان
آجائے غیظ میں تو عدو کی بچے نہ جان — نعرے سے آب ہو جگرِ شیرِ آسماں
جب دیکھتا ہے دور سے چتون جناب کی
ہیبت سے جھپکی جاتی ہے آنکھ آفتاب کی

اس دبدبہ سے رن میں جو وارد ہوئے خوش خو — بوئے بہشت پھیل گئی رن میں دور دور
ہر سنگریزہ بن گیا رشکِ چراغِ طور — بچھا رخوں کی ضو سے بیاباں میں فرشِ نور
سر آسماں جھکائے تھا اُس سرزمیں پر
تاباں تھے آفتاب بہتر زمین پر

ناگاہ فوج سے یہ کیا شمر نے کلام — ہاں ہر طرف سے تیر چلیں جانبِ امام
آمادۂ نبرد ہوئی جب سپاہِ شام — غیظ آ گیا بگڑ گئے شیرانِ تشنہ کام
لے لے کے اذنِ جنگ شہِ نامدار سے
کیا کیا لڑے سپاہِ ضلالت شعار سے

بیجاں ہوئے جو رن میں رفیقانِ خوش سیر — قرباں ہوئے امام پہ مسلم کے دو پسر
بعد اُن کے بھانجوں نے کیا خلق سے سفر — قاسم چھٹے تو شاہ کا ٹکڑے ہوا جگر
بازو کا زور داغِ برادر سے گھٹ گیا
سب تن کا خوں غمِ علی اکبر سے گھٹ گیا

یہ درد و الم تھے سخت پئے شاہِ انس و جاں — بھائی کا داغ ماتمِ فرزندِ نوجواں
اک بار پھٹ پڑے جو یہ دو غم کے آسماں — خم ہو گئے امامِ اُمم صورتِ کماں
مشکل تھا ضبط پھر شہِ گردوں سریر سے
جب حلق چھد گیا علی اصغر کا تیر سے

تنہا تھے ان کے بعد امام فلک حشم نے فوج ساتھ تھی نہ علمدار نے علم
لیکن جلو میں شوکت و اقبال تھے بہم نصرت ادب سے چومتی تھی دمبدم قدم
کہتا تھا صبر عبد شہ خوش نہاد ہوں
ہمت پکارتی تھی کہ میں خانہ زاد ہوں

رخ سے عیاں تھا حیدر کرار کا جلال فرط غضب سے دیدۂ حق بیں تھے لال لال
الٹے تھے آستیں جو شہنشاہ خوش خصال کاٹھی سے لگی پڑتی تھی شمشیر بے مثال
نعروں میں طور تھا اسد کردگار کا
ہوتا تھا ابروؤں پہ گماں ذوالفقار کا

کاندھے پہ ڈھال دست مبارک میں ذوالفقار سر پہ عمامہ دوش پہ گیسوئے تابدار
بر میں قبائے پاک رسولؐ فلک وقار جس پر قمیص یوسف گل پیرہن نثار
خوشبو سے تن کی پھولوں میں کپڑے بسے ہوئے
پٹکے سے مرتضیٰ کے کمر کو کسے ہوئے

آئینہ جبین منور بے مثال ناقص ہے جس کے سامنے مہتاب کا کمال
خورشید اس سے آنکھ ملائے یہ کیا مجال ذرہ ہے وہ یہ مطلع انوار ذوالجلال
تنویر کچھ بڑھی ہوئی ہے برق طور سے
فق ہو گیا ہے روئے سحر اس کے نور سے

لوح جبیں سے زینت عنوان حسن ہے خط سیاہ جدول قرآن حسن ہے
بیت ابروؤں کی مطلع دیوان حسن ہے چشم سیاہ نرگس بستان حسن ہے
مژگاں نہیں ہیں چشم کی زینت کے واسطے
کعبہ میں صف کشی ہے جماعت کے واسطے

تشبیہ چشمِ اقدسِ شاہِ فلک وقار　　تو بھی اگر تو صلین عنایات کردگار
کیا اس کے سامنے گلِ بادام کا وقار　　یاں دیدۂ غزالِ ختن بھی ہے شرمسار
گردش جو پتلیوں کو ہے اس گیرودار میں
گویا ٹہلتے پھرتے ہیں ضیغم کچھار میں

ہیں غیرتِ گلاب عذارِ شہِ زمن　　بلبل ہو جس کو دیکھ کے پھولوں پہ خندہ زن
نسریں ہیں نازکی میں تو خوشبو میں یاسمن　　رنگ ایسا خار کھائے جسے دیکھ کر حسین
غل ہے یہ ریش دیکھ کے رخ پر جناب کے
ریحان اُگا ہے گردِ گلِ آفتاب کے

نعرہ زباں پہ ہے کہ انا اشرف العرب　　نانا رسولِ حق ہیں تو بابا ولیِ رب
آتی ہیں یاں خیال میں فوجیں کسی کی کب　　میرا جلال قہر ہے اللہ کا غضب
ہے بازوؤں میں زورِ شہِ قلعہ گیر کا
وارث ہوں ذوالفقارِ جنابِ امیر کا

میں شہسوارِ دوشِ رسولِ انام ہوں　　سلطانِ دیں ہوں شافعِ روزِ قیام ہوں
زیرِ قدم ہے عرش وہ عالی مقام ہوں　　مختارِ سلسبیل ہوں اور تشنہ کام ہوں
وہ فاقہ کش ہوں میں جسے پانی ملا نہیں
دیکھو مگر زباں پہ کسی کا گلا نہیں!

ہم فضلِ کبریا سے ہیں مختارِ کائنات　　دونوں جہاں میں سب سے ہے بالا ہماری ذات
نازاں عبث ہو اس پہ کہ قبضے میں ہے فرات　　چاہیں تو اس زمیں پہ بہے چشمۂ حیات
منہ کرکے سوئے چرخ جو طالب ہوں آب کا
لائیں مسیح بھر کے قدح آفتاب کا

بتلاؤ کس کے ناز خدا نے اُٹھائے ہیں ہم کو ملے جو کچھ وہ شرف کس نے پائے ہیں
روح الامیں نے کس کے لیے پر بچھائے ہیں حُلّے بہشت کے کسے دنیا میں آئے ہیں
کس سے جہاں میں رونق اسلام ہو گئی
خاطر سے کس کی دن کی عوض شام ہو گئی

میں عالم علوم خدائے قدیر ہوں سر تاج عرش ہوں شہ گردوں سریر ہوں
مختار دو جہاں ہوں اگرچہ بظاہر فقیر ہوں
مال جہاں کبھی نہ سمایا نگاہ میں
سر بخش دوں جو سلے کوئی خالق کی راہ میں

قطرے کو غیرت دُرِ غلطاں کروں ابھی پتھر کو رشک لعل بدخشاں کروں ابھی
چاہوں تو سنگ ریزے کو مرجاں کروں ابھی مشکل کوئی اگر ہو تو آساں کروں ابھی
عالم کا پیشوا ہوں شہ مشرقین ہوں
حلّال مشکلات کا ہوں نور عین ہوں

جس وقت کہہ چکے یہ امام فلک سریر اک بار فوج شام کی جانب سے آئے تیر
آیا جلال میں پسر شاہ قلعہ گیر فرمایا دیکھ کر طرف لشکر شریر
سب وعظ و پند ختم ہے حجت تمام ہے
لو اب علیؑ کی تیغ ہے اور قتل عام ہے

کھینچی یہ کہہ کے شیر نے شمشیر مرتضیٰ بجلی چمکی فلک پہ ہلا دشت کربلا
دہشت سے بحر و بر میں تلاطم ہوا بپا بھاگے طیور تھم گئے چلتی ہوئی ہوا
پایا جو غیظ میں پسر بوتراب کو
روکا مسیح نے سپر آفتاب کو

ناگاہ حملہ ور ہوئے شاہِ فلک مقام ٹوٹیں صفیں بگڑ گیا لشکر کا انتظا
بادل کی طرح پھٹ گیا ابرِ سیاہ شام کوندی مثالِ برق ید اللہ کی حسا
دہشت سے ایک ایک کا دل تھرتھرا گیا
آنکھوں میں ناریوں کی اندھیرا سا چھا گیا

کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سناں گری پیکاں کٹے قلم ہوئے ترکش کماں گری
پھل جل گئے پرے جدھر آئی جہاں گری کوندی ادھر وہ گھاٹ پہ چمکی وہاں گری
حملوں سے فوجِ اہلِ ستم کانپنے لگی
ضربِ گراں سے گاوِ زمیں ہانپنے لگی

قبضہ وہ جس سے مرگِ مفاجات ہم قسم چم خم وہ جس کے سامنے نصرت کا سر بخم
نابیں وہ جو دکھائیں رہِ منزلِ عدم دم وہ کہ خون پیتی تھی اعدا کا دمبدم
نیزے قلم تھے حال یہ تھا اُس کی دھار کا
لوہا ہر ایک مان گیا ذوالفقار کا

بجلی تھا ذوالجناح امام فلک جناب ہر سم تھا جس کا غیرتِ مہتاب آفتاب
مثلِ براق راہ روِ جادۂ ثواب رفتار میں جو کبک تو پرواز میں عقاب
نعل اُس فلک شکوہ کے چاروں ہلال تھے
نقشِ قدم سے رن میں ہزاروں ہلال تھے

اس کی نظر میں وسعتِ گردوں بہت ہی کم لاتا ہی دمبدم خبرِ منزلِ عدم
گرما گیا تھا بسکہ وہ شبدیزِ خوش قدم تن سے عرق زمیں پہ ٹپکتا تھا دمبدم
قطروں پہ تھا گماں گہرِ آبدار کا
چھڑکاؤ چار سمت تھا عطرِ بہار کا

خامہ لکھے جو گھوڑے کی چالا کیوں کا ڈھنگ دو گام چل کے پائے کمیت قلم ہو لنگ
طبع رسا قصور کرے فکر ہو تنگ! ٹھہرے نہ ذہن میں کبھی مضمون نو کا رنگ
نکتہ ہر ایک غیرت چشم غزال ہو!
حرفوں میں یہ تڑپ ہو کہ بندش محال ہو

شہ نے جلال ضیغم یزداں دکھا دیا گھوڑے نے اوج تخت سلیماں دکھا دیا
خشکی میں آب تیغ نے طوفاں دکھا دیا دشت بلا میں حشر کا ساماں دکھا دیا
خوں سے زمین گرم یہ چھڑکاؤ کر دیا
دم بھر میں ساری فوج کا ستھراؤ کر دیا

آندھی کسی جگہ کہیں سیل فنا بنی موذی کے مارنے کو کہیں اژدہا بنی
لینے کو نقد جاں کہیں دست قضا بنی غل تھا کدھر کو جائیں کہ جانوں پہ آ بنی
نازل ہے قہر فوج ضلالت شعار پر
کھا گو کہ رن چڑھا ہوا ہے ذوالفقار پر

دکھلائی رن میں تیغ کے پھل نے عجب بہار دشت نبرد ہو گیا سب رشک لالہ زار
جاری تھی خوں کی نہر کہیں مثل رود بار زندہ تھے جتنے موت تھی اُن کے گلو کا ہار
تھرا رہے تھے خوف سے ناری ہٹے ہوئے
اشجار باغ کیں تھے ہزاروں کٹے ہوئے

اونچی ہوئی جو دہ تو سر اک پست ہو گیا آہوئے چین سمند دم جست ہو گیا
بے سر ہوا کوئی کوئی بے دست ہو گیا جام مئے اجل سے کوئی مست ہو گیا
بد کیش بھاگنے پہ کمر بستہ ہو گئے
ترکش میں تیر طائر پر بستہ ہو گئے

دوڑی وہ جس پرے کی طرف بھیڑ چھٹ گئی   آتی ہوئی ہوا بھی اُدھر سے پلٹ گئی
کوندی تو مارے شرم کے بجلی بھی کٹ گئی   چمکی ادھر تو موت اُدھر ڈر کے ہٹ گئی
تھا بس کہ خوف تیغِ شہِ حق شناس سے
سایا بھی دور بھاگتا تھا اس کے پاس سے

کرتی تھی تیغ دلبرِ مشکل کشا جدا   دم تن سے تیغ ہاتھ سے سر سے گلا جدا
روح و تن و سر و کمر و دست و پا جدا   تھیں سب کتابِ کفر کی فصلیں جدا جدا
عقدہ دغا کا ناریوں پہ سر بسر کھلا
آنکھیں ہوئیں جو بند تو بابِ سقر کھلا

ٹکڑے تھے اس کی ضرب سے دشمن ہزار ہا   بے جاں پڑے ہوئے تھے قوی تن ہزار ہا
کوتل تباہ پھرتے تھے توسن ہزار ہا   خوں میں تپاں تھے صاحبِ جوشن ہزار ہا
دکھ تھا بس از فنا بھی تنِ پاش پاش کو
گھوڑے انھیں کے روندتے تھے ان کی لاش کو

ہر ضرب میں قلم تنِ اعدا تھے سر بسر   گرتے تھے دمبدم شجرِ کفر کے ثمر
زرہیں پہنی ہوئی تھیں چھدے تھے دل و جگر   رکھتی تھی تیغ پنجۂ داؤد کا اثر
کاٹے سنان و تیر و تبر اس کی دھار نے
فولاد موم کر دیا تھا ذوالفقار نے

جب لڑتے لڑتے تھم گئے سلطانِ باکرم   رخصت ہوئے جلال و حشم چوم کر قدم
دیکھا جو اُس ولی نے کہ دن اب بہت ہے کم   خوں پونچھ کر نیام میں کی تیغِ برق دم
بادل کی طرح فوج سمٹ کر پھر آ گئی
بجلی جو تھم گئی تو سیاہی سی چھا گئی

آئے قریں جو تول کے تلواریں نابکار — آقا کے منہ کو تکنے لگا مڑ کے راہوار
رو کر کہا کہ اے خلفِ شیرِ کردگار — کیوں روک لی حضور نے شمشیرِ آبدار
تلواریں تولے رن میں پرے اشقیا کے ہیں
ان کو اماں نہ دیجئے یہ دشمن خدا کے ہیں

بولا یہ راہوار سے عالم کا دادرس — کب تک وغا کروں میں لعینوں سے اے فرس
ہے تن کو زخمِ نیزہ و شمشیر کی ہوس — اب جلد قطع ہوئے کہیں رشتۂ نفس
شوقِ اجل میں قلب کی حالت عجیب ہے
وقتِ وفائے وعدۂ طفلی قریب ہے

حضرت یہ کہہ رہے تھے فرس سے بحالِ زار — جو ہر طرف سے ٹوٹ پڑی فوج ایک بار
دوڑے ہر ایک سمت سے بھاگے ہوئے سوار — خورشید چھپ گیا یہ اٹھا دشت میں غبار
روکا سپاہِ کفر نے رحمت کے باب کو
ابرِ سیہ نے گھیر لیا آفتاب کو

وہ فوجِ قاہرہ وہ سوارانِ روم و شام — وہ بیکسی وہ دھوپ کی حدت وہ ازدحام
نیزے وہ تیز وہ تبر و خنجر و حسام — تنہا وہ اک گرسنہ و مظلوم و تشنہ کام
غل تھا کہ اب پناہ نہ دو اس دلیر کو
ہاں گھیر لو علیؑ کے نیستاں کے شیر کو

غلِ استغاثۂ حسینؑ کا اٹھا جو ایک بار — دوڑے برہنہ سر حرمِ شاہِ نامدار
چلائی سر کو پیٹ کے زینبؑ بحالِ زار — لٹتا ہے گھر بتولؑ کا یا شیرِ کردگار
کرتے ہیں ذبح اہلِ ستم میرے بھائی کو
آؤ خدا کے واسطے مشکل کشائی کو

چلّا رہی تھی یاں ابھی زینبؑ اسیرِ غم ہونے لگا وہاں تنِ مرتضےٰ قلم
پڑتے تھے ایک بیکس و تنہا پہ دمبدم گرز و سنان و تیغ و تبر خنجرِ ستم
خشکیدہ تھی زبان خدا کی زبان کی
ٹکڑے تھی جلد مصحفِ ناطق کی جان کی

واحسرتا حسینؑ کا وہ پھول سا بدن زہراؑ جسے پنھاتی تھیں شبنم کا پیرہن
چھاتی پہ جس کو رکھتے تھے محبوبِ ذوالمنن تلواریں اس کو مارتے تھے لاکھ تیغ زن
دل مضطرب تھے جان حزیں دردناک تھی
گُل کی طرح قبائے بدن چاک چاک تھی

کیا قہر ہے وہ فرق شہنشاہ باوقار تکیہ تھا جس کا زانوئے محبوبِ کردگار
سردارِ خلق ملکِ شجاعت کا تاجدار شمشیر سے وہ تا بہ جبیں ہو گیا فگار
مارا جو گرز ایک کسی روسیاہ نے
صدمے سے سر جھکا دیا ہرنے پہ شاہ نے

گھوڑے پہ ڈگمگاتے ہیں سلطانِ ارجمند خوں بہہ رہا ہے چور ہے تیغوں سے بند بند
صدمہ ہے دل پہ تن پہ تعب روح پر گزند شدت ہے غش کی ضعف سے آنکھیں ہوئی ہیں بند
تجدید بہت بچھے ہوئے ہیں اس جناب کے
قدموں سے نکلے جاتے ہیں حلقے رکاب کے

ناگہ فرس سے دوشِ نبیؐ کا مکیں گرا گویا زمیں پہ خاتمِ دیں کا نگیں گرا
چلائی فاطمہؑ کہ مرا نازنیں گرا قدسی پکارے خاک پہ عرشِ بریں گرا
ایذا ہوئی سوا جو شہِ تشنہ کام کو
جنبش ہوئی مزارِ رسولِ انام کو۔

کم ہوگئی جہان کی رونق جو یک بیک گیتی کو زلزلہ ہوا تھرا گئے فلک
سامانِ غم بپا ہوا گردوں سے تا سمک سر پیٹتے تھے چاک گریباں کئے ملک
عالم کے دل سے عیش فراموش ہوگیا
کعبہ انھیں غموں سے سیہ پوش ہو گیا

رہتی ہے قبلہ رو تھا دو عالم کا مقتدا آنکھیں تھیں بند اور تھی خالق سے یہ دعا
کس منھ سے اے کریم ترا شکر ہو ادا بخشا ہے تو نے مجھ کو شہادت کا مرتبا
یارب ترے رسولؐ کا دلدار ہے حسینؑ
امت کی مغفرت کا طلبگار ہے حسینؑ

پر تجھ سے التجا ہے یہ بندے کی اے کریم جائیں نہ میرے دوست سوئے آتش جہیم
تو غافر الذنوب ہے اور راحم و رحیم مقبول کر یہ عرض تو ہو مرحمت عظیم
رہتا تھا بچپنے سے میں اس دن کی چاہ میں
تن و سر ہے تو نثار کروں تری راہ میں

مصروف تھا دعا میں دو عالم کا بادشاہ خنجر کو تیز کرکے بڑھا شمر روسیاہ
آیا قریب شاہ جو وہ دشمن الٰہ زانو سے دابا مصحف ایماں کو آہ آہ
رونق مٹی جو خانۂ دنیا و دین کی!
تھا میں ملائکہ نے طنابیں زمین کی!

بیٹھا شقی جو سینۂ اقدس پہ ایک بار گھبرا کے غش سے چونک پڑے شاہ نامدار
فرمایا تب یہ شمر سے ظالم جفا شعار منھ خشک ہے عطش سے مرا دل ہے بیقرار
پھنکتا ہے قلب پیاس بجھا دے تو ذبح کر
پانی ذرا سا مجھ کو پلا دے تو ذبح کر

یہ سُنکے پھیر نے لگا خنجر وہ بد گُہر
نکلیں رسول زادیاں خیمے سے ننگے سر

ماتم کا غُل یہ تھا کہ لرزتے تھے دشت و دَر
اک شور تھا کہ لٹتا ہے شیر خدا کا گھر

رانڈوں کے تھے یہ بین کہ اب وا رہبر ہوئے
بچے پکارتے تھے کہ ہم بے پدر ہوئے

چلا رہی تھی پیٹ کے سر بنتِ مُرتضٰی
ہے ہے شہید ہوتا ہے زہرا کا لاڈلا

کیونکر بچاؤں بھائی کو میں غم کی مبتلا
فریاد ظالموں کی کروں کس سے لے خدا

کیا ضد ہے ان کو فاطمہ زہرا کی جان سے
ہے ہے یہ کیا سلوک کیا میہمان سے

کہتی رہی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر فگار
واں حلق سے گزر گئی تیغ ستم کی دھار

نیزے پہ رکھ کے سر جو چلا شمر نابکار
آئی صدا بہن کو یہ سرور کی ایک بار

ہم نے گلا کٹا دیا ہے حق کی راہ میں
زینب تمھیں دیا ہے اسی کی پناہ میں

شمر لعیں تو لے گیا فرقِ امامِ دیں
تڑپا کیا زمیں پہ ادھر جسمِ نازنیں

رنگ آسماں کا سُرخ تھا جنبش میں تھی زمیں
روتے تھے انبیائے سلف بادلِ حزیں

پیٹا سروں کو آدم و نوح و خلیل نے
تاج اپنے سر سے پھینک دیا جبرئیل نے

جلتی زمیں تھی اُڑ رہی تھی خاک بے شمار
کنکر کسی جگہ کہیں پتھر کہیں تھے خار

لاشے مجاہدوں کے وہ ہر جا بحالِ زار
کمسن کوئی جوان کوئی کوئی شیر خوار

چادر نہ تھی کسی کے تنِ پاش پاش پر
غربت نثار ہوتی تھی اک اک کی لاش پر

لکھا ہے راویوں نے یہ باچشم اشک بار یعنی کہ بعد قتل امام فلک وقار
گردوں سے آئی رونے کی آواز ایک بار اک شور تھا کہ ہائے محمدؐ کی یادگار
خوف خدا نہ پاس رسولؐ حق کیا
ہے ہے ستمگروں نے ترا سر جدا کیا

ناگاہ آسمان سے اک محمل سیاہ اُتری قریب لاشۂ سلطان عرش جاہ
تھی آگے آگے فوج ملائک بہ اشک و آہ حوران خلد گرد تھیں باحالت تباہ
غل تھا کہ آج دفتر عالم اُلٹ گیا
سردار کائنات کا سر تن سے کٹ گیا

میدان کربلا میں عجب حشر تھا بپا تھی دُور دُور فوج ملائک برہنہ پا
کہتے تھے سب مقرب درگاہ کبریا! آنکھوں کو بند کر لو کہ یہ جا ادب کی جا
افلاک ہل رہے ہیں زمیں تھرتھراتی ہے
بیٹی خدا کے دوست کی مقتل میں آتی ہے

پہونچی قریب لاش عماری جو ناگہاں اک بی بی نکلی دل کو سنبھالے بصد فغاں
بر میں لباس ماتمی اور چشم خونچکاں لیکن فروغ حسن نے روشن کیا جہاں
چھایا جو نور دشت میں خالق کے نور کا
دھوکا زمیں کو ہونے لگا کوہ طور کا

نزدیک لاش آئی جو وہ آسماں جناب غربت پسر کی دیکھ کے دل کو رہی نہ تاب
چلائی سر کو پیٹ کے بادیدۂ پُرآب ہے ہے پڑا ہے خاک پہ فرزند بوتراب
نکلی ہوں اس الم میں کھلے سر بہشت سے
اُٹھو حسینؑ آئی ہے مادر بہشت سے

ہاں صدقے اے مسافرِ ملکِ عدم حسینؑ
بیکس حسینؑ حاملِ ظلم و ستم حسینؑ!
ہے ہے ہوا بدن سے ترا سر قلم حسینؑ
جائیں گے کس طرف ترے اہلِ حرم حسینؑ
جا کر وطن میں ہائے نہ آباد گھر کیا
صدقے گئی سفر میں جہاں سے سفر کیا

یہ گل سا جسم اور یہ جلتی زمیں حسینؑ
کیونکر اٹھاؤں تجھ کو مرے نازنیں حسینؑ
واحسرتا کہ جسم کہیں سر کہیں حسینؑ
کس نے تجھے مٹا دیا میرے حسین حسینؑ
پیاسا گلا کٹا کے جہاں سے گزر گئے
دنیا میں نام رہ گیا اور آپ مر گئے

اے واقفِ علومِ خدا میں ترے نثار
اے سالکِ طریقِ رضا میں ترے نثار
اے گوہرِ محیطِ وفا میں ترے نثار
مذبوحِ تیغِ ظلم و جفا میں ترے نثار
دی جان عاصیوں کی شفاعت کے واسطے
زہرؑا کا گھر لٹا گئے امت کے واسطے

اس بین سے جو رونے لگی وہ خاتونِ جہاں
تھرایا عرش سرخ ہوا رنگِ آسماں
روک لے وحید توسنِ خامہ کی اب عناں
خالق سے کر یہ عرض کہ اے ربِ انس و جاں
گلچینِ بوستانِ غمِ پنجتن رہوں
جب تک ہو زیست ناظمِ ملکِ سخن رہوں